کامیابی کا راز

دوسرا سوال: حضرت مہدی کی جدوجہد کیا ہوگی اور کس طرح ہوگی؟

حضرت مہدی کے متعلق دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ ظہور کے بعد ان کے جدوجہد کی نوعیت کیا ہوگی اور جو کچھ کریں گے وہ ان کے لیے کیونکر ممکن ہوگا؟ بیعت جہاد کے بعد قیامِ خلافت تک انہیں دنیا بھر کی ترقی یافتہ ترین طاقتوں سے جس قیامت خیز معرکہ آرائی کا سامنا ہوگا، اس کی گرمی سے وہ کیونکر سرخرو ہوکر نکلیں گے؟ جبکہ آج کی دنیا میں سیاسی، فکری، معاشی، عسکری غرض ہر سطح پر طاغوتی طاقتیں ناقابلِ شکست طور پر غالب نظر آرہی ہیں۔ زمین پر اور سمندروں میں ان کی حکمرانی ہے۔ فضا اور خلا میں ان کی برتری کا شور ہے۔ بظاہر ایسی کوئی صورت مستقبل قریب میں دور دور تک نظر نہیں آتی کہ مسلمان اس غلبے کے طلسم کو توڑ سکیں گے؟ ایک ایک ملٹی نیشنل کمپنی کا بجٹ کئی مسلم ملکوں سے زیادہ ہے۔ ایک ایک تھنک ٹینک ایسا ہے کہ اکیلا ہی مغرب کو سو سال کی منصوبہ بندی کر کے دے رہا ہے۔ اتحاد بھی ان میں ایسا ہے کہ امریکا اور روس آپس میں روایتی دشمنی اور بُعد المشرقین کا عملی مصداق ہوتے ہوئے بھی پاکستان کی مخالفت میں بغیر کسی کی ترغیب کے خود بخود فطرتاً اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ پھر دوسروں کا تو کہنا ہی کیا، ان کا اتحاد تو وجود میں ہی ''دہشت گردی'' کے خاتمے اور ''عالمی حکومت'' کے قیام کے لیے آیا ہے۔ دنیا بھر کی معیاری ترین یونیورسٹیاں مغرب میں ہیں۔ امریکا میں 5758 یونیورسٹیاں ہیں۔ جبکہ پوری مسلم دنیا کے 57 ملکوں میں یونیورسٹیوں کی مجموعی تعداد صرف 500 ہے اور پورے عالمِ اسلام میں ایک بھی یونیورسٹی ایسی نہیں جسے دنیا کی ٹاپ 500 یونیورسٹیوں میں شمار کیا جاسکتا ہو۔ مغربی حکومتیں پوری مسلم دنیا کے ذہین ترین دماغوں اور اعلیٰ ترین ہنرمندوں کو پرکشش مراعات کے عوض کھینچ کر اپنے طلسم میں جکڑ لیتی ہیں اور پھر وہ ہمیشہ وہیں کا ہوکر رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ فقط نااہل، مفاد پرست اور حب الوطنی سے عاری کچرا مال ہی موجودہ بیوروکریسی کی شکل میں باقی رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں میں نظم وضبط، تعلیم وتربیت، اعلیٰ اخلاقیات، بلند نظری، اجتماعیت، صبر وتقویٰ......غرضیکہ ہر وہ چیز جو کسی انسانی گروہ کو قوم اور فتح گر کو فاتح بناتی ہے، ہر اس چیز کی ایک ایک کر کے کمی پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی ذہانت کا لوہا تو آج بھی دنیا مانتی ہے مگر یہی ذہانت اور بے مثال صلاحیت مغرب کے آنگن میں روشنی پھیلانے کے علاوہ کسی کام آ کے نہیں دے رہی؟؟؟ جوں جوں وقت آگے بڑھ رہا ہے، ہر صبح مغرب کی کسی نئی انوکھی ترقی کی نوید اور ہر شام مسلمانوں کی مزید بدحالی کی خبریں لا رہی ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا ہم یہ تسلیم کرلیں کہ حضرت مہدی کسی ''ماوراء الفطرت'' قوت کے مالک ہوں گے کہ ان تمام مادی قوتوں کو طبعی قوانین سے ہٹ کر شکست دینا ان کے لیے ممکن ہوگا؟ کیا محض خلاف عادت ظاہر ہونے والی کرامتوں سے وہ ان تمام سائنسی ایجادات کو پامال کرڈالیں گے جن کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں مل رہی یا اس میں ان کی اور ان کے ساتھیوں کی فکری، عملی اور عسکری جدوجہد کا عمل دخل بھی ہوگا؟ اور اگر ہوگا تو اچانک یہ کایا کیسے پلٹ جائے گی کہ مغرب کے حق میں رُخ کر کے چلنے والی ہوائیں مشرق کے مظلوموں کے لیے دادرسی کی نوید بن جائیں گی؟؟؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دنیائے کفر کے اس فتنہ خیز غلبے کا توڑ حضرت مہدی کی بے لوث اور اہل قیادت اور مسلمانوں کی بکھری ہوئی صلاحیت اور منتشر جدوجہد دونوں مل کر کریں گی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مہدی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ محیر العقول کرامات کو بھی ظاہر فرمائے گا لیکن ان کی جو سب سے بڑی کرامت ہوگی وہ یہ کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو گناہوں سے سچی توبہ کروا کر مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے تو اس کی برکت سے ان کے تمام ساتھیوں کو یکسوئی اور یک فکری نصیب ہوجائے گی۔ ان سب کی سوچ ایک، فکر ہی نہیں، انداز فکر بھی ایک اور طرزِ عمل بھی ایک ہوگا۔ ان کے دل سے حسد وبغض، کینہ وعناد نکل جائے گا۔ باہمی

کامیابی کا راز

اختلافات اور امیر کی نافرمانی کی نحوست سے آزاد ہو جائیں گے۔ وہ جینے مرنے میں حضرت مہدی کی کامل اطاعت کریں گے اور موت کو سامنے دیکھ کر بھی منہ نہیں موڑیں گے۔ موت سے مراد طبعی موت ہی نہیں ہوتی، طبیعت کی موت بھی ہوتی ہے یعنی آج کل بہت سے لوگ قربانیاں دے رہے ہیں۔ موت کو خوشی خوشی گلے لگا رہے ہیں لیکن بات جب نفس کی موت کی آتی ہے تو وہ اس پر ویسا غلبہ نہیں پا سکتے جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس نبوی تربیت کا مثالی مظاہرہ کیا تھا۔ حضرت مہدی کی بے نفسی اور اجتماعی مقصد کے حصول کی لگن اور اس لگن میں فنائیت اس قدر واضح ہو گی کہ تمام روئے ارض کے صالح مسلمان اپنے آپ کو مٹا کر اپنا سب کچھ ان کو سونپ دیں گے اور ان پر ویسا اعتماد کریں گے جیسا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی پر اس دور کے مسلمانوں نے کیا تھا۔ تاریخ کے طلبہ پر یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ پورے یورپ کی صلیبی افواج کے اتحاد کے مقابلے میں سلطان کی اپنی فوج (مصر و شام کی فوج) کچھ اتنی زیادہ نہ تھی البتہ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مجاہد قبائل جب ان کو دیکھتے کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ایک جانب سے دوسری جانب تک یوں چکر لگا رہے ہیں جیسے اکلوتے بچے کی ماں اس کی تلاش میں بولائی بولائی پھرتی ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں اور زبان پر ایک ہی نعرہ ہے: ’’یا للإسلام، یا للإسلام!‘‘ ’’اے مسلمانو! اسلام کی مدد کرو۔ اے مسلمانو! اسلام کی خبر لو۔‘‘ تو یہ قبائل جو اپنی عصبیت، سرکشی اور انفرادی مزاج میں مشہور تھے، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سلطان کے ساتھ جینے مرنے کا عہد کر لیتے تھے اور تاریخ گواہ ہے کہ سلطان کے پاس خرچ نہ ہوتا تو اپنے خرچ پر، اپنے اسلحے سے، اپنے جی جان سے میدان میں ڈٹے رہتے تھے اور سلطان کا ساتھ چھوڑ کر جانے کو کفر و ارتداد سے زیادہ سخت عار والی بات سمجھتے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ اگر شکست ہوئی تو سلطان ان کو چھوڑ کر بھاگے گا نہیں اور اگر فتح ہوئی تو اس کے فوائد سلطان خود ہرگز نہیں سمیٹے گا بلکہ یہ سارے ثمرات و نتائج اسلام کی جھولی میں جائیں گے۔ اگر آج کی قیادت اپنے کارکنوں کو یہ یقین دلا دے تو خدا کی قسم! کایا پلٹنے میں اتنے ہی دن لگیں گے جتنے قائد کو اپنی بے نفسی اور اسلام کے لیے فدائیت و فنائیت ثابت کرنے میں لگتے ہیں۔

حضرت مہدی کی کامیابی کا راز یہی ہو گا کہ وہ بیعت سے پہلے ہی قیادت کی اس ممتاز صفت کو ثابت کر دیں گے (اس کی تفصیل پہلے گزری ہے) تب دنیا بھر میں بکھرے ہوئے قابل و لائق علماء، طلبہ (یا طالبان)، مجاہدین، انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، سائنس دان، سرمایہ دار، انتظام کے ماہر، عسکریت سے واقف......غرضیکہ مختلف مہارتوں کے حامل افراد اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر ان کے قدموں میں لا ڈالیں گے اور دل سے ان کی کامل اطاعت کرتے ہوئے اپنے آپ کی، اپنی انا کی، اپنی خواہشات اور مزاجوں کی انفرادیت کی مکمل نفی کر ڈالیں گے۔ یہ وہ یادگار منظر اور وہ مبارک روحانی کیفیت ہو گی جو بدر سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کے دوران آسمان نے دیکھی تھی، جس نے ’’حطین‘‘ کے معرکے سے قبل ایوبی کی آنکھیں ٹھنڈی کی تھیں اور جسے ناٹو اور نان نیٹو ممالک کا اتحاد آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور جسے دنیا ایک بار پھر بالآخر آخری معرکے سے قبل دیکھے گی اور جب دیکھے گی تو سارے اسٹائل اور ہیرو شپ، ساری چوکڑیاں، اُڑن کھٹولیاں، ساری پروازیں بھول جائے گی۔

’’افغانستان اور پاکستانی قبائلی علاقوں میں لڑائی کے شدت اختیار کرنے کے بعد عالمی تجزیہ نگاروں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کو آٹھ سال گزرنے کے بعد اب یہ واضح ہو رہا ہے کہ جنگ دراصل اتحادی نہیں بلکہ القاعدہ اور طالبان جیت رہے ہیں۔ اسی تناظر میں یورپ کے کئی اعلیٰ عہدیداروں نے القاعدہ کے ساتھ امن معاہدوں کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کر دی ہے۔ ناروے کے دارالحکومت اوسلو سے شائع ہونے والے مقامی اخبار ’’ڈاگس

کامیابی کا راز

اوبسن' نے لکھا ہے کہ ناروے شاید اب مسلم گروپوں سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کی پالیسی پر عمل کر رہا ہے۔ اخبار کا مزید لکھنا ہے کہ جب نائب وزیر خارجہ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے پیچھے ہٹ رہے ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ دراصل دوستوں کے ساتھ تو امن اور مذاکرات چلتے ہی رہتے ہیں مگر حقیقی امن کے لیے ان لوگوں کے ساتھ بھی امن مذاکرات ہونے چاہییں جنہیں آپ اپنا دشمن قرار دیتے ہیں۔ نائب وزیر خارجہ رائے مونڈ یوہانسن کا کہنا تھا کہ وہ اس معاملے میں تنہا نہیں ہیں بلکہ دیگر یورپی ممالک بھی یہ خواہش رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے کچھ ہی قبل سوئزرلینڈ بھی اس خواہش کا اظہار کر چکا ہے کہ وہ القاعدہ اور اسامہ بن لادن سے مذاکرات اور امن معاہدہ کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی ابتدائی اقدامات کے لیے بالکل تیار ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ امریکا کی واپسی کے بعد انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنے۔''